الحق کا سوانح نامہ
میری علمی و مطالعاتی زندگی

حضرت مولانا محمد یوسف بنوری مدظلہ، کراچی

قسط ۔۲

# مدارس عربیہ دینیہ کا
# نظامِ تعلیم

تیسرے نقطے کی تشریح | تیسرا نقطہ جس کا ذکر کیا گیا وہ "محو و اثبات" یا اصلاح و ترمیم ہے ۔۔۔ میری مراد اس سے یہ نہیں کہ یہ سارا دفتر پارینہ ، در غرق مئے ناب کر دینے کے لائق ہے ہرگز نہیں ، بلکہ یہ علوم امت محمدیہ کا سب سے بڑا سرمایۂ حیات ہیں ۔ اس کی حفاظت اس کی تربیت ابناء امت کا سب سے بڑا فرض ہے ۔ مسلمانوں کے دین اور ان کے تمدن کی بقاء کے لئے ان علوم کا بقاء ایسا ہی ضروری ہے جیسے حیات بدن کے لئے روح انسانی کا وجود ۔ بلکہ اس دور الحاد و دہریت میں ان کا تحفظ ان کی نشر و اشاعت کی ضرورت سابق سے کہیں زیادہ اہمیت حاصل کر چکی ہے ، لیکن اس واقعی حقیقت کو ثابت کرنے کے لئے کہ اس پُر فتن و پُر آشوب عہد میں نجات کی راہ ، فلاح و ترقی کا صحیح میدان بھی علوم اسلامیہ ہیں یا یہی دین اسلام ہے ، اس کے ثبوت کے لئے ہمیں کچھ اصلاح و تبدیلی کی ضرورت پیش آئے گی ، گذشتہ چند صدیوں سے جو علمی نظام یا علمی نصاب رائج ہو گیا ہے ، وہ امت کی موجودہ سمیت کیلئے تریاق نہیں بن سکتا ، جو امراض پیدا ہو چکے ہیں ان کی شفایابی کے لئے یہ کافی نہیں ہے ۔

گذشتہ رائج نصاب تعلیم میں قرآن مجید ، علوم حدیث ، تاریخ اسلامی ، سیرت نبویہ ، ادب و علوم بلاغت کو وہ اہمیت حاصل نہیں تھی ، جو بقیہ علوم و فنون کو حاصل تھی ۔ نصاب تعلیم میں اولیت و اہمیت کا درجہ ان علوم کو حاصل ہونا چاہیے ۔ بقیہ علوم کو ثانوی درجہ میں رکھنا چاہیئے ، عربی ادبی زبان میں گفتگو ، خطابت ، انشاء ان کو کبھی اہمیت نہیں دی گئی ، لیکن اب وقت کا اہم تقاضا ہے ۔ کہ ان امور کو سب سے پہلا درجہ نصاب میں شامل ہونا چاہیئے ۔

لسانیات ہی کے طرزِ تعلیم پر عربی ادب کی تعلیم و تربیت ہونی ضروری ہے۔ جدید ادبی اسلوب جس میں فرانسیسی ادب کے اسلوب سے استفادہ کیا گیا ہے جس میں غضب کی جاذبیت و عجیب شیرینی ہے۔ اور ادب کا یہ اسلوب قدیم بلکہ قدیم تر اسلوب سے بہت قریب ہے۔ جاحظ، ابن المقفع اور عہد مامون کے ادبی اسلوب کا ذخیرہ امت کے سامنے موجود ہے، بلکہ احادیث نبویہ کا اسلوب بیان اور فصحاء صحابہ کا طرزِ بیان خطباء عرب کا قدیمی اسلوب بہت ہی متقارب ہے۔

تیسری چوتھی صدی تک تقریباً یہی اسلوب بیان تھا، بعد میں بدیع الزماں ہمدانی کے مقاماتی انشاء ادب نے پھر حریری کے پر تکلف سجع بندی نے اس ادب کا خاتمہ کر دیا، لیکن پھر بھی قرونِ متوسطہ میں جستہ جستہ ادباء کا یہی طرز رہا۔ غرض یہ کہ الادب الحدیث یا الادب الجدید قدیم ترین اسلوب سے بہت اقرب و اشبہ ہے اور اسی میں مہارت و قابلیت و امتیاز پیدا کرنے سے قرآن و حدیث کی زبان کی شیرینی محسوس ہو سکتی ہے۔ اگر ہمارے نصاب تعلیم میں جاحظ اور ابن قتیبہ و ابن المقفع کی کتابیں نہ سہی کم از کم الشریف الرضی کی نہج البلاغۃ ہوتی۔ جب بھی ادبی ذوق میں اتنا انحطاط نہ ہوتا۔

خلاصہ یہ ہے کہ قدیم علوم کی بہت سی کتابوں میں تبدیلی کی ضرورت ہے اور بجائے متاخرین کے قدماء کی کتابوں و مصنفات میں بہترین بدل موجود ہے۔ منطق، قدیم فلسفہ، قدیم کلام اور قدیم ہیئت میں بہت سرسری معلومات بھی کفایت کر سکیں گی۔ تنقیح کے ساتھ قواعد و مصطلحات کا علم کافی ہوگا۔ اور ان کی جگہ تکمیل کے لئے جدید علم کلام اور جدید علم ہیئت و ریاضی و اقتصادیات کو دینا چاہئے۔ اس نصف صدی میں ان علوم کا کافی ذخیرہ عربی میں آ چکا ہے۔ لیکن بہت سے گوشے ابھی تک تشنۂ تکمیل ہیں۔ تاہم جتنا ذخیرہ عربی میں مدون ہو چکا ہے۔ اس سے مستفید ہونا چاہئے۔ بعض عمدہ کتابیں اردو میں ملیں گی ان کو داخلِ نصاب کیا جائے۔ اس وقت اس موضوع کی تفصیل مقصود نہیں صرف اصولی بحث ملحوظ ہے، جس وقت نصاب کی تعیین کا مسئلہ پیش نظر ہوگا اس وقت مزید تبصرہ کی ضرورت ہوگی، تاکہ "نصاب جدید" میں فیصلہ کن اقدام ہو سکے۔ یہ چند منتشر پراگندہ تصورات تھے، جو ناظرین کی خدمت میں "بہد المقل دموعہ" پیش کرنے کا شرف حاصل کرتا ہوں۔

ہم مدرسہ عربیہ اسلامیہ کراچی میں انہی اصول کے پیش نظر انہی خطوط پر نصاب کی بنیاد چاہتے ہیں۔ اور الحمد للہ کچھ جزئی ترمیم و اصلاح کا قدم بھی اٹھایا جا چکا ہے جس کی تفصیل کی شاید اس وقت حاجت نہ ہوگی۔ اس نصاب تعلیم کے ساتھ ایک جدید نظام تعلیم کی بھی ضرورت ہے۔ قدیم نصاب تعلیم پر اصرار کے بہت سے وجوہ و اسباب تھے۔ اور کچھ موانع و مشکلات بھی ہیں۔ اس وقت اسکو زیر بحث لانا غیر ضروری

سمجھا گیا۔ اب اسکی بہت شدید ضرورت ہے کہ مفکر علماء ملت اس مسئلہ کو حل کرنے کے لئے جلد کسی مرکز پر جمع ہو جائیں اور متفقہ نصاب تعلیم جلد ملک وملت کی درسگاہوں میں رائج کیا جائے اور کل پاکستان کا علمی نظام اور علمی نصاب تعلیم ایک ہی سلسلہ میں منسلک ہو اور اس سلسلہ کے تحزب و تفرق، خلاف و اختلاف کو جلد ختم کیا جائے اور دین وعلم کی خدمت کے لئے متفقہ آواز اٹھائی جائے۔

اِنْ اُرِیْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَاِلَیْہِ اُنِیْبُ۔

مدارس عربیہ کا نصاب تعلیم جس طرح محتاج اصلاح ہے، جس کا اجمالی خاکہ گزشتہ صفحات میں عرض کیا گیا اس سے کہیں زیادہ نظام تعلیم کی اصلاح کی حاجت ہے۔ نظام تعلیم سے میری مراد ایک وسیع مفہوم ہے جس میں طلبہ کی تربیت و نگرانی، طلبہ کا علمی معیار، طلبہ کا اخلاقی معیار، تدریس کا طریقہ۔ مطالعہ کا طریقہ۔ کن کن مضامین پر زیادہ توجہ دینے کی ضرورت۔ طلبہ کی ذہنی تربیت کیلئے کیا کیا ذرائع اختیار کئے جائیں۔ طلبہ میں علمی استعداد پیدا کرنے کے لئے ترغیب و ترہیب کے کیا کیا وسائل ہونے چاہئیں۔ غرض صلاح و تقویٰ، علمی معیاری قابلیت، اخلاص وعمل کی روح کے پیدا کرنے کے لئے کن کن تدابیر کو کام میں لایا جائے۔ جب تک طلبہ کے قلوب میں امراض نہیں تھے، دماغوں میں جد وجہد کا جذبہ موجود تھا، طبیعتیں علمی مسابقت سے سرشار تھیں۔ اساتذہ میں اخلاص و تعلق مع اللہ کی روح جلوہ گر تھی اور تعلیم و تعلم دونوں کا مقصد خدمت علم و خدمت دین تھا یا کم از کم حصول علم صحیح تو ان تدابیر کی حاجت نہیں تھی، لیکن نقطۂ خیال بدل گیا۔ تعلیم کا مقصد حصول سند ہے۔ یا حصول ملازمت۔ اساتذہ میں وہ روح نہ رہی، ان کا مقصد مشاہرہ کا حصول یا مہتمم کو خوش کرنا یا پھر طلبہ سے خراج تحسین کی سند حاصل کرنا۔ جب یہ امراض پیدا ہو گئے تو اب ضرورت ہے کہ انتہائی دلسوزی اور جانفشانی کے ساتھ اس کے علاج کیطرف توجہ کرنی چاہئے۔ سابق الذکر امور میں سے ہر ایک کافی تفصیل طلب ہے۔ لیکن یہاں چند اہم ترین امور کی اصلاحی تدابیر کا اجمالی خاکہ پیش کرنا ہے۔

**تدریس کا طریقہ** | ۱۔ مدرسین حضرات کا طریقۂ تدریس یہ ہونا چاہئے کہ کتاب کے مشکلات کو سادے الفاظ میں اور اختصار کے ساتھ حل کرنے کی کوشش کریں تعبیر کے لئے عمدہ دلنشیں واضح طریقہ اختیار کریں۔ کتاب کے حل کرنے میں قطعاً تسامح سے کام نہ لیا جائے۔ حل کتاب کے بعد فن کی مہمات پر طلبہ کو متوجہ کیا جائے۔ جس مشکل کی تحقیق کسی نے عمدہ کی ہے۔ ان کا حوالہ دیا جائے اور طلباء کو ان مآخذ سے روشناس کرایا جائے تاکہ مستعد و ذہین طلبا اپنی معلومات کو آگے بڑھا سکیں۔ فضول و بیکار مباحث میں طویل طویل تقریر کر کے طلباء سے دادِ تحقیق حاصل کرنا۔ یہ تدریس کا سب سے بڑا فتنہ ہے۔ اسکو کسی نہ کسی طریقہ سے ختم کرنا چاہئے۔

۲۔ **کتابوں کا اختتام اور اول سے آخر تک تعلیم میں تطابق** | جو کتابیں ایسی ہیں جن کا ختم کرنا ضروری

ہے۔ پوری توجہ کرنی چاہئے کہ کتاب ختم ہو جائے۔ کوئی بحث رہ نہ جائے۔ جب تک کتاب ختم نہ ہو اس کا امتحان نہ لیا جائے۔ تا اختتام امتحان سالانہ مؤخر کیا جائے اور اس شکل پر قابو پانے کے لئے کتابوں کو تین حصوں پر تقسیم کرنا چاہئے کہ سہ ماہی، ششش ماہی۔ سالانہ امتحان تک کہاں سے کہاں تک کتاب پہنچ جانا چاہئے اس کا شدت سے انتظام کیا جائے ایسا نہ ہو کہ ابتدا میں ماہ در ماہ بڑی بڑی تقریریں ہوں۔ اور آخر میں صرف ورق گردانی جس نے علم کی ریڑھ کی ہڈی توڑ دی۔

۳۔ جو اساتذہ جن کتابوں کے لئے زیادہ موزوں ہوں، علمی استعداد اور طبعی رجحانات کے اعتبار سے تقسیم اسباق میں اس کا خیال ضرور رکھا جائے۔

۴۔ ابتدائی دو سال کی تعلیم میں نتائج امتحانات میں نہایت سختی کی جائے۔ ناکامیاب کو قطعاً کسی مراعات کی بناء پر کامیاب نہ بنایا جائے۔

وسط اور انتہائی تعلیم میں معقول اعذار کی بناء پر تسامح قابلِ برداشت ہے۔ لیکن ابتدائی تعلیم میں ہرگز ایسا نہ کیا جائے۔

۵۔ ابتدائی تعلیم اچھے اور تجربہ کار اساتذہ کے حوالہ کرنی چاہئے جو مسائل کو عمدہ اور مفید ترین طریقے پر ذہن نشین کرنے کی قابلیت رکھتے ہوں۔ الغرض ابتدائی تعلیم کی عمدگی و پختگی پر بے انتہاء توجہ کی ضرورت ہے۔ اگر اعلیٰ تعلیم کے اساتذہ کو ابتدائی درجہ کا کوئی سبق بھی دیا جائے تو اس میں بہت فوائد و مصالح ہیں۔

۶۔ مدرسین کو اسباق اتنے دیئے جائیں تاکہ وہ مطالعہ و تدریس کی ذمہ داری پر صحیح طریقے سے عہدہ برآ ہو سکیں۔ جس کا اجمالاً اندازہ یہ لگایا جا سکتا ہے۔

ابتدائی درجہ کے اساتذہ کے پاس زیادہ سے زیادہ پانچ گھنٹے تعلیم کے لئے ہوں۔ متوسط درجات کے لئے چار گھنٹے، آخری درجات کے لئے تین گھنٹے۔

۷۔ اساتذہ ایسے رکھے جائیں جو ہمہ تن مدرسہ سے وابستہ ہوں۔ ایسا نہ ہو کہ صرف دو تین گھنٹے کا رسمی تعلق ہو یا کہیں اور ملازم ہوں۔ مدرسہ کے مصالح ... کے پیشِ نظر یہ صورت بہت اہم و قابلِ توجہ ہے۔

۸۔ اساتذہ کے انتخاب میں حسب ذیل امور معیار انتخاب ہوں۔

اخلاص و تقویٰ و صلاح و اعلیٰ قابلیت اور اس فن سے مناسبت جو اس کو حوالہ ہو۔ مدرسہ کے نظام سے وابستگی اور طلبہ کے تعلیمی و اخلاقی معیار کو بلند کرنے کا جذبہ، تدریس سے شوق۔ یہ سب باتیں بہت اہم ہیں ان میں کسی ایک بات کی بھی کمی ہو تو صحیح کام نہ ہو سکے گا۔

۹۔ اساتذہ کو فن کی اعلیٰ کتابوں کی طرف مراجعت کرنی چاہئے تاکہ عمدہ معلومات طلبہ کے لئے فراہم

کرسکیں، الغرض مطالعہ وجد وجہد ضروری ہے۔ تن آسانی وراحت کوشی سے صرف سابقہ معلومات پر اکتفاء نہ کرنا چاہیئے۔ طلبہ کے اندر علمی اعلیٰ معیار پیدا کرنے کے لئے یہ ضروری ہوگا کہ اساتذہ اس معیار کے ہوں۔

۱۰۔ جہاں تک مقدرت ہو طلبہ کو راحت وآسائش پہنچائی جائے اور طلبہ اتنے رکھے جائیں جنکی عمدہ خدمت ہو سکے۔ لیکن اس کے ساتھ ان کی علمی نگرانی، درس میں حاضری، رات کا مطالعہ، امتحان میں سختی، ان سب باتوں میں کوئی رعایت یا مسامحت نہ اختیار کی جائے۔ باقاعدہ طلباء کے احوال کا تفقد رکھا جائے۔ اور اس کے لئے انتظام ہو۔ اگر کوئی طالب علم سہ ماہی میں ناکام ہو اس کا کھانا بند کر دیا جائے اور اگر ششماہی میں بھی ناکام ہو تو آخر سال تک مزید موقع دیا جائے۔ اگر سالانہ امتحان میں بھی نتیجہ ساقط رہا تو اسکو علیحدہ کر دیا جائے۔ ان امور میں تسامح ومراعات کرنا علم کو دفن کرنے کے مترادف ہے۔

۱۱۔ ابتدائی درجۂ عربی کے طلباء کا ماہانہ امتحان لازمی قرار دیا جائے۔ مقدار خواندگی متعین کی جائے۔ کوشش ہو۔ کہ اس حد تک کتاب پہنچ جایا کرے۔

۱۲۔ ہر درجہ کے مناسب مطالعہ کے لئے کوئی نہ کوئی کتاب منتخب کر کے متعلم کو دی جائے۔ اس کتاب کا امتحان سالانہ لازمی قرار دیا جائے۔

۱۳۔ طلبہ کی اخلاقی نگرانی، عادات کی اصلاح، دینی وضع کی پابندی بے حد ضروری ہے۔ باجماعت نماز کی پابندی سیرت وصورت کی تربیت واصلاح کیطرف پوری توجہ ہونی چاہیئے۔ ان امور میں تسامح سم قاتل ہے۔ غیر ذکی طالب علم اگر محنتی ہو وصالح ہو اسکو برداشت کیا جا سکتا ہے۔ لیکن ذکی، بدشوق و بداطوار ہرگز رعایت کے مستحق نہیں۔

۱۴۔ مدرسہ کے ضوابط ایسے ہوں کہ طلبہ خود بخود دینی وضع۔ صالحین کے شعار، لباس پوشاک، خورد ونوش معاشرت وعبادت میں پابند ہو جائیں۔

۱۵۔ امتحانات میں مسابقت وتقدم کے لئے ترغیبی وظائف رکھے جائیں۔ سالانہ امتحان میں اعلیٰ کامیابی پر انعامات مقرر کئے جائیں، انعامات میں بجائے نقد رقوم کے عمدہ عمدہ کتابیں دی جائیں اگر انعامی کتب میں ان کی علمی استعداد وطبعی خصوصیات کی رعایت رکھی جائے تو اور سونے پر سہاگہ کا کام دے گی۔ مثلاً حدیث میں اعلیٰ کامیابی پر حدیث کی کوئی عمدہ کتاب تفسیر میں اعلیٰ کامیابی پر تفسیر کی اعلیٰ کتاب دی جائے۔

۱۶۔ ہر سال کے امتحانات میں ایک پرچہ امتحان کا ایسا ہو جس سے عام اہلیت وقابلیت وعلمی استعداد کا پتہ چلے۔ کسی خاص کتاب سے تعلق نہ ہو۔ آخری فراغت علوم کے امتحان میں یہ تشخیص بہت

ضروری سمجھی جائے۔

۱۷۔ عربی ادبی زبان کی قابلیت مقاصد تعلیم میں شامل کرنی چاہیئے۔ ابتداء سے عربی انشاء نویسی کی مشق وتمرین کا سلسلہ جاری رکھنا چاہیئے۔ ایک گھنٹہ مخصوص تحریر عربی کا ہو جو ہر درجہ میں لازمی ہو تین سال تعلیم حاصل کرنے کے بعد چوتھی جماعت میں تدریس کی زبان عربی ہو۔ مدرس عربی میں پڑھائے۔ طلبہ واساتذہ کے سوالات وجوابات کا سلسلہ بھی عربی میں ہونا چاہیئے۔

۱۸۔ طلبہ میں عربی ادبی ذوق پیدا کرنے کیلئے عربی مجلات وصحف وجرائد کا اجراء لازمی ہے۔ اور ایک دارالمطالعہ کا قیام اس مقصد کے لئے ضروری ہے۔

۱۹۔ طلبہ میں تقریر وخطابت کی روح پیدا کرنے کے لئے ہفتہ وار جمعہ کی رات تقریر کرنے کے لئے مجلسیں قائم کی جائیں۔ ہر درجہ کے طلباء کے لئے علیحدہ مجلس تربیت ہو اور ہر ایک مجلس کی نگرانی و تربیت ایک استاد کے سپرد ہو۔ آخری تقریر اس استاد کی ہو۔ ہر جلسہ کے لئے تقریر کا موضوع متعین ہو اور آخری استاد کی تقریر میں تقاریر پر تنقید وتبصرہ ہو۔ ہر ہفتہ وار مجلس کا وقت کم از کم تین گھنٹہ ہو۔

۲۰۔ مدرسہ میں طلبہ کی تکثیر جماعت وتکثیر افراد کی کوشش نہ کرنی چاہیئے۔ کمیت قابل التفات نہ ہو، کیفیت پر توجہ مرکوز رکھی جائے۔ مستعدین کی قلیل جماعت غیر مستعد نااہل کے جم غفیر سے زیادہ قابل قدر سمجھی جائے، ارباب مدارس کو تکثیر سواد کے تنافس سے بیحد نقصان پہنچا۔ دس صحیح طالب علموں پر سالانہ بیس ہزار کا خرچ قابل برداشت ہونا چاہیئے۔ لیکن سو نااہلوں پر بیس ہزار کا خرچ بھی قابل مواخذہ ہے۔ الغرض یہ خطرناک وبائی شکل میں مدارس عربیہ دینیہ میں یہ مرض پیدا ہو گیا۔ اس کے علاج و تدارک کی طرف پوری توجہ کی ضرورت ہے۔

نظام تعلیم میں عوام کو مدرسہ کی امداد پر مائل کرنے کی بجائے علم ودین کی خیرخواہی مقدم ہونی چاہیئے۔ خالق کی رضا مخلوق کی رضا سے مقدم ہونی چاہیئے۔ مخلوق کی رضامندی کی کوشش سے اور حق تعالیٰ کی رضاجوئی سے غفلت کے نتائج دینی ودنیوی خسران ہے۔

۲۲۔ مدرسہ کے سالانہ بجٹ میں امتیازی وظائف وانعامی کتب کی مد ضرور رکھی جائے۔

**مدارس دینیہ عربیہ کا انتظام** | دور حاضر میں علمی زوال کے لئے جتنے خطرے پیدا ہو گئے۔ تاریخ اسلام کے کسی دور میں اتنے خطرے نہ تھے، موجودہ دور میں مدارس کے آپس کے اختلافات ورقابتوں نے یا غلط مسابقت وبیجا تحاسد وتباغض نے ان خطرات میں مزید اضافہ کیا بلکہ ان خارجی فتنوں سے زیادہ خطرناک یہ داخلی فتنے ہیں۔ اگر ان حریفانہ رقابتوں کی اصلاح کی طرف توجہ نہ کی گئی تو تعلیم بدعنوان وہ دن

قریب ہیں کہ سارے مدارس فنا کے گھاٹ اتر جائیں گے۔ اس وقت اسکی بڑی ضرورت ہے کہ مدارس عربیہ کے درمیان علمی مواسات اور علمی مواخات و علمی روابط ہوں۔ اس مقصد کے پیش نظر موثر ترین تدابیر اختیار کرنے کی حاجت ہے۔ دوسروں کے لئے نہیں بلکہ اپنی خیر منانے کے لئے اس کی ضرورت ہے۔ اس وقت اس بجاہ پسندانہ بحث سے کہ مرکز کونسا ہو اور کیسا ہو اور کہاں ہو۔ صرف نظر کرکے چند امور قابل توجہ ہیں۔

۱۔ کراچی سے سرحد تک جتنے دینی مراکز ہیں آپس میں ایک متحدہ محاذ، متحدہ نظام، متحدہ مجلس شوریٰ بنائیں، سال میں دو مرتبہ جمع ہو جایا کریں اور اراکین متحدہ اپنے اپنے مدارس کے مصارف پر یہ سفر اختیار کر لیا کریں۔

۲۔ ہر مدرسہ اپنا ایک ایک نمائندہ منتخب کر لیا کرے۔ ان مندوبین کے اجتماعات میں حسب ذیل امور زیر بحث آئیں۔

الف:- نصاب تعلیم۔ ب:- نظام تعلیم ج:- ممتاز فارغ التحصیل حضرات کی مکمل فہرست۔
د۔ ممتاز فارغ التحصیل حضرات کے لئے کوئی علمی مقام تدریس کا تقرر۔ ہ۔ ایک مشترکہ فنڈ کا قیام
و۔ اس فنڈ سے ایک مطبع کا قیام (جس میں مدارس کے نصاب تعلیم کی کتابیں طبع ہوتی رہیں۔)
ز۔ جو کتاب نادر ہے نہیں ملتی یا طبع نہیں ہوئی اور نصاب تعلیم میں اسکی ضرورت ہے۔ اسکو مشترکہ سرمایہ سے طبع کرا کر مدارس متعلقہ میں تقسیم کرائی جائے۔

۳۔ جس مدرسہ میں ممتاز شخصیت ہو اسکو ان مدارس میں جاکر علمی مشکلات اور علمی نفائس پر تقریر کرنی چاہئے۔ اور ان تقاریر اور ان خطبات کو شائع کرنا چاہئے ـــــ الغرض اس قسم کے اسباب کو اختیار کیا جائے جسکے ذریعہ غلط تحاسد کی فضا ختم ہو جائے اور آپس میں اتحاد ہو اور مشترکہ طور پر علمی خدمت اور دینی خدمت میسر ہو۔


## پشتو تفسیر وضاحت القرآن

پشتو زبان میں تفسیر وضاحت القرآن کی پہلی جلد، صفحات ۵۲۷ سائز ۱۱ × ۹ صفحے کے پہلے جدول میں آیات، دوسرے میں ترجمہ، تیسرے میں تفسیر معتمد اور مستفید تفاسیر کے افادات مع حوالہ جات مشکل مقامات کی وضاحت، اہم مسائل کی تحقیق نہ صرف عام لوگوں کے لئے بلکہ اہل علم کیلئے بھی اس کا مطالعہ بے حد مفید ہے۔ ضخامت کے باوجود دینی مقاصد کی خاطر قیمت صرف ۱۲/- روپے۔

ملنے کا پتہ :- مولانا سلطان محمود۔ تمبر مرچنٹ، بازار شہیداں، ہوتی مردان